

شاہ جی اور فتنہ راجپال

جماعت احرار اور اس کی مشکلات

آریہ سماجیوں کی طرف سے توہینِ رسول کی تحریک اپنے شباب پر تھی اور مجلس احرار بھی ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا فیصلہ کر چکی تھی لاہور میں "رنگیلار رسول" ناپاک کتاب کے خلاف عزم و غصہ کے طوفان ابھر رہے تھے اور ساری قوم مسلم لیگ کی بے عملی سے اکتا کر مجلس احرار کے دامن سے عمل کی توقع وابستہ کر چکی تھی اور خواص سے بیزار عوام میں سے ہر ایک کی زبان سے "احرار کہاں ہیں" "احرار کہاں ہیں؟" کی سبے تاب آوازیں نکل رہی تھیں۔ اب وہ دن آگیا جب لوگ جوق در جوق دہلی دروازہ کے باہر مجلس احرار کے دفتر کی طرف بھوم کرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ بارہ بجے تک شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار کے ارد گرد سارے باغات انسانی کھوپڑیوں کے گھنے جنگل بن گئے تھے۔

مجلس احرار بھی عجیب قسم کی جماعت تھی بڑی خوش قسمت مگر بڑی بد قسمت اس نے قبولِ عام کی ایسی بہاریں دیکھیں کہ کسی دوسری جماعت نے کم دیکھی ہوں گی۔ مگر اسے پسپائی اور زوال کی خزاں کے منظر بھی ایسے خوفناک دیکھنے پڑے کہ کیا کھوں بات کیا تھی؟

بات یہ تھی کہ اس جماعت کا فکری رہنما اس جماعت کو ایسے انداز سے چلانا چاہتا تھا جس سے احساسِ مقامی کی بھی تسکین ہو جائے اور آزادیِ وطن کے اہم تقاضے بھی پورے ہو جائیں پس اس دو عملی استرجاع میں مجلس احرار میں کبھی تو بہار آجاتی رہی اور کبھی اسے بھیانک خزاں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان عوام بڑے سادے اور مخلص لوگ ہیں۔ پیچا پیچا ان کی سمجھ سے باہر ہے وہ توسیدی سپاٹ بات کو سمجھتے ہیں۔ احرار کی یہ مشکل رہی ہے کہ انگریزوں کی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہیں ان فتنوں کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا جو پوری تحقیق کی جائے تو معلوم ہو گا کہ فرقوں کے حقوق کے پردے میں انگریزوں کے ہی اجمارے ہوئے تھے اور ان فرقوں کے حقوق سے زیادہ افتراقِ انگریزی معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شاطر اپنے مہروں کو آگے بڑھانے میں بڑی چابک دستی سے کام لیتا تھا۔ اس کے یہ مہرے مسلمانوں میں بھی تھے اور ہندوؤں میں بھی اور سب سے اچھے مہرے وہ ہوتے تھے جن کی چال کا دھوکہ ہی نہ ہو سکے ایسے موقعوں پر شاطر مخلص لوگوں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے اور ایسی باتیں اٹھاتے تھے جن سے الگ ہونا ناممکن ہوتا تھا ہندوؤں کی بڑی کمزوری رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے نام سے بدکتے تھے اور یہ منصوبہ بھی ایک سو سال سے ان کے پیشِ نظر تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی احساس کو بار بار کے تصادم سے کمزور کیا جائے اس میں انگریز اندر سے اس کا ہمنوا تھا گو ظاہر میں ثالث بن جاتا تھا اور لہفت یہ کہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم بھی رکھتا تھا۔

احرار کی یہ حکمت عملی تھی کہ ہندو اور انگریز دونوں سے لڑائی لڑی جائے مگر شاطر کچھ اس طرح سے جال چلتا تھا کہ ہندو سے ان کی لڑائی اچھی طرح سے گٹھ ہاتی تھی مگر انگریز سے لڑائی کے وقت سارا ہجوم ان سے اس طرح ہٹ جاتا تھا گویا کبھی تھا ہی نہیں تاہم یہ واقعہ ہے کہ احرار دونوں محاذوں پر لڑتے رہے۔

دفتر احرار میں احرار رہنماؤں کا اجتماع

بات کہیں سے کہیں ٹل گئی میں یہ کہہ رہا تھا کہ توہین رسالت ﷺ کے خلاف احتجاج سے بھرا ہوا ایک ہجوم بے پناہ شاہ محمد غوث والی سرک اور باغات میں جمع ہو گیا گویا ایک تقاضا عام تھا کہ احرار اس احتجاج کو عملی شکل دینے میں قوم کی رہنمائی کریں اس صورت حال میں مجلس احرار کے دفتر کی بلائی منزل پر احرار کے بڑے بڑے رہنما سرا سینگ کی اور پریشانی کے عالم میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کے جذبات کو کم کرنے اور منظم کرنے کے وسائل پر غور کرنے لگے۔ اس موقع پر میری یاد کے مطابق منجملہ دیگر اصحاب کے چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمن، مولانا مظہر علی، مولانا داؤد غزنوی، شیخ حسام الدین، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا غلام غوث ہزاروی اور سب سے اہم اور ممتاز سید عطاء اللہ شاہ بخاری موجود تھے۔ بحث کے دو نقاط تھے۔

اول: کہ توہین رسول ﷺ کے مسئلہ کو عدالت میں لایا جائے۔

دوم: آریہ سماجوں کی سرکوبی کے لئے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی جائے۔

یہ بحث بڑے معرکے کی بحث تھی ایک طرف وضع احتیاط کا انداز تھا اور دوسری طرف جرأت غازیانہ کا مظاہرہ تھا اندرون خانہ کی اس بحث میں ہر قسم کی باتیں ہوئیں اور یہ خصوصیت احرار میں ہی دیکھی گئی تھی کہ سخت سے سخت بحث کے باوجود احرار برادری کا احساس کبھی کمزور نہیں ہوتا تھا۔

امیر شریعت کی اہل لاہور کو یقین دہانی

شاہ محمد غوث والی سرک پر ہجوم اور زیادہ ہوتا گیا اور اب شاید مخالف جماعتوں کے لہجہ بھی ہجوم میں شامل ہو گئے تھے اور نعروں کا انداز کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ گویا اگر کوئی جلد فیصلہ نہ ہوا تو دفتر احرار اور رہنمایان احرار کی بھی خیر نہیں۔

اس شور و شغب کے عالم میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بالکونی سے اپنا چہرہ دکھایا اور کہا "اے باشندگان لاہور! معاملہ عزت رسول ﷺ کا ہے اور اس کے لئے ہماری جماعت ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس مقدس جہاد میں وہ لوگ شریک نہیں جن کو اپنے دعوے کے مطابق اب تک میدان میں آچکنا چاہیے تھا۔ ہم عزت رسول ﷺ کے لئے سرحد کی بازی لگانے کا فیصلہ کر چکے ہیں مگر جاؤ ان رہنماؤ کو بھی لے آؤ جو ہم سے الگ مسلک رکھتے ہیں تاکہ یہ جہاد آخری جہاد ہو اور اس میں پوری قوم شریک ہو۔

سول نافرمانی کی تحریک

سید عالی مقام کی اس تجویز سے دو اثر مرتب ہوئے بعضوں نے کہا کہ جھوٹ کہہ رہے ہیں بعضوں نے کہا آخر کار احرار ہی قوم کے کام آئی، یہ خاں بہادر، سر اور نواب اب کہیں نظر نہیں آتے۔

احرار کی میٹنگ پھر شروع ہوئی، شاطروں کی پہلی چال ذرا سی ناکام رہی، مگر شاطروں کی قوم حوصلے والی قوم ہوتی ہے، ہجوم پھر مشتعل کر دیا گیا میٹنگ کے اندر اب بمٹ اس نکتے پر آ کر رک گئی کہ عدالت میں چارہ جوئی اب بہانہ جوئی کے مترادف سمجھی جائیگی۔ اس لئے سول نافربانی کے بغیر کوئی چارہ نہیں مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ ایسی سول نافربانی میں پوری قوم کو شریک کیوں نہ کیا جائے مگر اس کے لئے پھر التوا ضروری تھا اس لئے یہاں بمٹ بند ہو جاتی تھی۔

چودھری افضل حق کی رائے

چودھری افضل حق کا خیال تھا کہ سول نافربانی کا مسئلہ طے شدہ ہے مگر شہر کے دوسرے رہنماؤں سے بھی اشتراک کی درخواست ضروری ہے تاکہ نقصان کی صورت میں یہی دوسرے رہنما قوم کو یہ کہہ کر نہ بھڑکائیں کہ ذریعہ ہم عدالت کے ذریعے سارے مسائل حل کرالیتے۔ یونہی مسلمانوں کا خون کرا دیا اور بات بھی ٹھیک تھی مگر بڑا مسئلہ یہ تھا کہ باہر کے ہجوم کو کس طرح مطمئن کیا جائے عالی مقام سید عطاء اللہ شاہ بخاری بڑے راست پسند آدمی تھے۔ مگر سیاست میں باہر کے شاطروں کی ماریں کھانکا کر یہ ضرور ماننے لگے تھے کہ شاطروں کے بچائے ہوئے جال میں پھنسا نہیں چاہیئے۔ تاہم مسئلہ کے حل کی جو صورت بھی سامنے آئی وہ خطرناک اور نازک ہی معلوم ہوتی تھی۔

امیر شریعت کا فیصلہ اور بحث کا خاتمہ

اب سہ پھر ہو چکی ہے اور چار بج چاہتے ہیں۔ اور ہجوم اور بھی بڑھتا جا رہا ہے، نعروں کی آوازیں اتنی بلند اور گونج دار ہوتی جا رہی ہیں کہ مجلس بحث میں لوگ ایک دوسرے کی بحث کو سن بھی نہیں سکتے۔ دفعتاً سید صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور دوسرے کمرے میں چلے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دیر تک سجدے میں رہے۔ اور جب سجدے سے اٹھے تو ان کی آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر یہ الفاظ

اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید

کہتے ہوئے پھر مجلس میں داخل ہوئے اور فرمایا "آج ہمارا طریق کار صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ شہر کے سرکاری رہنماؤں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اور ہر مصلحت سے آنکھ بند کر کے ناموس رسول ﷺ کے لئے ہر وہ اقدام کیا جائے جس کی ضرورت ہو یہ فرمانے کے بعد فرمایا۔ بس میری یہی رائے ہے فقط۔"

جلسہ عام کا اعلان اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

حضرت سید صاحب کے اس نعرہ حق کے بعد بمٹ واستدلال کا چراغ گل ہو گیا اور ساری جماعت نے سید عالی مقام کی پیروی کرنے کا اعلان کیا اور فیصلہ ہوا کہ دہلی دروازے کے باہر جلسہ عام کی فوری منادی کرا دی جائے مہر علم دین (جن کی اسیری کی مدت میری دانست میں بالاقساط پندرہ برس سے کم نہ ہوگی) کی آنکھیں جھک اٹھیں اور چہرہ غیرت دینی سے متمنا اٹھا ڈھنڈورا پیٹنے والے اطراف شہر میں پھیل گئے۔

اب بہوم شہر کی کوتوالی سے لے کر اکبری دروازے تک پھیل گیا اور احرار کے رضاکار باغ میں پلیٹ فارم جمانے میں مصروف ہو گئے اب لوگ کوتوالی سے سرک سرک کر باغ میں پلیٹ فارم کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ اس اثناء میں شاطران شہر نے حکام سے مل کر ان پر اثر ڈالا کہ فرقہ وارانہ فساد کا سخت خطرہ ہے جلد روکا جائے ورنہ بڑا خون خرابہ ہوگا احرار بھی اپنے انتظامات درست کر رہی تھی کہ پولیس کی ایک مسلح گارد (انگریز) کے سمیت اور شاید مسٹر فیلوس سٹی مجسٹریٹ کی معیت میں دفتر احرار کے سامنے پہنچی اور اپنے خاص انچگی کے ذریعے احرار رہنماؤں کو مطلع کیا کہ حکومت کے نزدیک مجوزہ جلسہ عام نقص امن کا باعث ہوگا۔ اس لئے جلسہ منسوخ قرار دیا جاتا ہے اور اس تاریخ سے ایک ماہ تک کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کی جاتی ہے۔

عزم امیر شریعت

اب احرار رہنماؤں کو ایک نئی شکل پیش آئی موضوع بحث یہ تھا کہ اگر اس حکم کے باوجود جلسہ کیا جائے تو فائرنگ کا ہونا یقینی ہے اور اس صورت میں نقصان جان کی ذمہ داری کا سوال ہے ایک تجویز یہ ہوئی کہ سارے احرار لیڈر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔ مگر سوال پیدا ہوا کہ بہوم کی تسکین کے علاوہ اس سے اصل مسئلہ کا حق کس طرح بچے گا۔

بڑا پیچیدہ مسئلہ یہ تھا مگر اب سید عالی مقام فیصلہ کر چکے تھے انہوں نے فرمایا آج جلسہ ہوگا اور ضرور ہوگا البتہ چودھری افضل حق کی تجویز پر یہ فیصلہ ہوا کہ کھلی جگہ جلسہ کرنے کی بجائے وطن بلڈنگ کے احاطے میں جلسہ کیا جائے اور حکومت کے رویہ کے خلاف احتجاج کے علاوہ تو بین رسول شہیدیت کے مسئلہ پر مسلمان قوم کی کسی متحدہ روش کی تجویز پر غور کیا جائے۔

چودھری افضل حق اور مجسٹریٹ کے درمیان گفتگو

احرار رضاکار اس فیصلہ کو لے کر بہوم میں پھیل گئے اور اب لوگوں کا اجتماع وطن بلڈنگ میں ہوتا گیا شام ہو چکی تھی۔ احرار رہنماؤں نے مسجد شاہ محمد غوث میں نماز ادا کی اور بعد از نماز معمولی سی کھلی مشاورت کے بعد جلسہ گاہ کا رخ کیا۔ یہ رہنما احاطہ کے دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ سٹی مجسٹریٹ نے احاطہ کے اندر کے جلسہ کو بھی منسوخ قرار دے دیا۔ اس پر ان کے اور چودھری افضل حق کے درمیان در تک بحث مباحثہ ہوتا رہا ان کا کہنا یہ تھا کہ بہوم سے بات کرنے کا موقع ضرور دیا جائے تاکہ لوگ پر اس طریق سے گھروں کو واپس چلے جائیں مگر مجسٹریٹ نے صدمہ کی۔

سول نافرمانی کا فیصلہ اور شاہ جی کی تقریر

اس صورت حال کو دیکھ کر سید عالی مقام نے احرار رہنماؤں کو مشورہ دیا کہ اب حکومت سے ٹھکرانا گزیر ہو گیا ہے۔ چنانچہ سول نافرمانی کا فیصلہ کر لیا گیا اور بشرط ضرورت جلسہ شروع ہو گیا جس کی صدارت چودھری افضل حق ایم۔ ایل۔ اے نے کی۔

میں نے مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بیسیوں تقریریں سنی ہیں مگر اس رات کی تقریر کچھ ایسی تھی جس کا

نقش کبھی مٹ نہ سکے گا۔ مگر تقریر سے زیادہ سید صاحب کی تدبیر کا بھی اسی روز فائل ہوا، احاطہ مختصر تھا اور ہجوم زیادہ اور خطرہ یہ تھا کہ باہر کا ہجوم کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے پولیس کو فائرنگ کا بہانہ مل جائے۔ میں نے دیکھا کہ اکثر احرار رہنما (ہر چند کہ وہ بھی شعلہ بیان تھے) بے بسی کے عالم میں تھے اس لئے صدر جلسہ نے اغراض اور صورت حال پر معمولی سی روشنی ڈالنے کے بعد فرمایا کہ آج ہماری باگ ڈور سید عالی مقام کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے آپ انہی کے احکام سماعت کیجئے سید صاحب نے سب سے پہلے باہر کے ہجوم سے خطاب کیا "اے مسیح رسالت کے پروانہ! میں جانتا ہوں کہ آج تم شوق شہادت میں یہاں بے تابانہ آئے ہو مگر حفاظت رسول ﷺ کی لڑائی تم سے نظم و ضبط کا تقاضا کرتی ہے میں چاہتا ہوں کہ شہر لاہور بلکہ مسلمانان ہندوستان کا بچہ بچہ اپنی باری سے قربانی پیش کرے لہذا جو لوگ دروازے سے باہر کھڑے ہیں۔ دو دو چار چار کی ٹولیاں بن کر اور بکھر کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں۔ ان کی باری کل آئے گی اور جو لوگ احاطے کے اندر ہیں وہ پولیس یا فائرنگ کے خوف سے اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں اور ایک نظم اور قاعدہ کے تحت اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیں۔"

شاہ جی کی تقریر

دروازے پر غل ہوا معلوم ہوا کہ شاطران شہر کے کچھ کارندے لوگوں کو سید صاحب کی تقریر کے خلاف مشتعل کر رہے تھے اور اس پر ملک لال دین قیصر اٹھے اور دروازے پر کھڑے ہو گئے اور باہر کے ہجوم کو سید صاحب کے اعلان سے باخبر کیا۔ ملک لال دین قیصر موقع پر گرفتار ہو گئے مگر باہر کا ہجوم منتشر ہو گیا اب سید صاحب کی تقریر شروع ہوئی تقریر کیا تھی آنسوؤں اور شعلوں کا اجتماع تھا جوش کی انتہا تھی اور آہ و کراہ کی آوازیں ہر طرف سے سنائی دے رہی تھیں مجھے سید صاحب کی تقریر کے الفاظ یاد نہیں رہے مگر ایک دو فقرے ابھی تک دماغ میں کبھے ہوئے ہیں۔

"اے مسلمانان لاہور آج جناب رسول ﷺ کی آبرو تمہارے شہر کے ہر ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اسے امت رسول ﷺ آج ناموس محمدی کی حفاظت کا سوال درپیش ہے اور یہ سائنہ سترہ ہنداد ہے بھی زیادہ غمناک ہے زوال ہندو سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہو گئی تھی مگر تمہیں رسول ﷺ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے"

تقریر سید صاحب کی تھی مگر اس روز سید صاحب اپنی معمول کی تقریر کے موڈ میں نہ تھے اور یہ معلوم ہے کہ سید صاحب کی عام تقریروں میں ظرافت اور بذلہ سنی کا عنصر اصل موضوع کے برابر ہوا کرتا تھا مگر اس روز پانی اور آگ کی ترکیب سے یعنی سرد آہوں اور گرم آنسوؤں کے ملاپ سے ان کی تقریر ڈھل رہی تھی یہ اور ہی طرح کی تقریر تھی

شاہ جی کا پولیس سے خطاب

احاطے کے اندر تقریر ہو رہی تھی اور باہر پولیس کی جمعیت زیادہ سے زیادہ صفت آرا ہوتی جاتی تھی رات

گزی جاری تھی اور پولیس والوں کا دل قابو سے باہر ہوا جا رہا تھا آخر سید صاحب نے پولیس والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اے پولیس والو ہم یہاں صرف اظہار غم کے لئے جمع ہوئے ہیں تم کیا چاہتے ہو اگر تم ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہو تو ہم حاضر ہیں اور اگر ہمارے ساتھ وہ سلوک مطلوب ہے جو ایک سید زادے کو وراثت میں ملا ہے تو ہمارے سینے اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔" اس پر جلسہ میں شدید زور کی لہر اٹھی اور لوگوں نے کہا کہ ہماری جانیں بھی حاضر ہیں شہر کا کو تو ال زیرک آدمی تھا اس نے جلسہ گاہ کے قریب آکر سید صاحب سے کہا کہ آپ جلسہ جاری رکھیے دفعہ ۱۴۴ صرف بارغ کی حدود تک ہے۔ مگر اب پبلک کا جوش بہت بڑھ چکا تھا سینکڑوں آدمی شہادت کے شوق میں بے تابانہ اٹھ کھڑے ہوئے اس پر چودھری افضل حق نے کہا (جو آئینی حدود کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے) صاحبو! وہ وقت بھی آئے والا ہے جب ہمیں تمہاری جانوں کی ضرورت ہوگی مگر ابھی وہ وقت آنا نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہم اس قانون کے پرچے اڑادیں جو ہمیں تعین رسول ﷺ پر اظہار غم سے روکتا ہے۔ چنانچہ عام سول نافرمانی کا اعلان ہو گیا۔

شاہ جی کی گرفتاری

دس دس اور پھر پانچ پانچ آدمیوں کے دستے پلیٹ فارم کے پاس جاتے تھے اور سید صاحب کی قدم بوسی کر کے بارغ کی طرف جا کر گرفتار ہو جاتے تھے ہزاروں آدمی اس شب گرفتار ہوئے میرے پاس میرا دوست مولوی خدائش کھڑا تھا۔ اس کا بھائی اور اس کے بھائی سب گرفتار ہو چکے تھے۔ میں نے اس کو روک رکھا تھا کہ تمہارے لوگ جا چکے ہیں۔ تم سب لوگوں کے گھروں میں ایک مرد بھی اب باقی نہیں جو خبر گیری کرے تمہارا جانا مناسب نہیں۔ مگر وہ دیوانہ وار اٹھا اور سید محترم کے قدموں میں جا کر اور پھر پانچ آدمیوں کے ہمراہ باہر چلا گیا اور گورے کا ڈنڈا کھانے کے بعد گرفتار ہو گیا اور میں (اس وقت بھی صید لاغر کی طرح بے مصرف ہی رہا)۔

نے خون ہو آنکھوں سے نہا تک نہ ہوا داغ

اے خون شدہ دل تو کسی کام نہ آیا!

جب سول نافرمانی کرنے والوں کی آخری ٹولی بھی چلی گئی تو احرار لیڈروں کی جماعت سید صاحب مرحوم کی سرکردگی میں باہر نکلی اور سید صاحب کے بُرورد طریق سلام و صلوة کی گونج میں بارغ کے قریب چاہنچی اور وہیں گرفتار ہو گئی۔ اور اس طرح یہ شب ختم ہو گئی اور میرے ذہن پر سید عالی مقام کا انٹ نقش چھوڑ گئی۔ احرار کے بڑے بڑے لیڈر تو گرفتار ہو گئے مگر سول نافرمانی اصطلاح میں پھیل گئی اور آخر میں یہ اثر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف زبان کشانی کرنے والوں کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

